پیغام قرآن کانفرنس سے افتتاحی خطاب

بمقام ——— منصورہ لاہور
از ——— میاں طفیل محمد صاحب - امیر تحریک اسلامی پاکستان

حمد و صلوٰۃ کے بعد !

۱ — ہم اس امر پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں ایک بار پھر یہ موقع مرحمت فرمایا کہ ملک کے مختلف حصوں سے یک جا جمع ہو کر اپنی ان کوششوں کا جائزہ لیں جو ہم نے اس دوران اس کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانے کے سلسلے میں کی ہیں اور آئندہ کے لیے اُن کو وسیع تر اور بہتر بنانے کی تدابیر سوچیں اور نئے عزم کے ساتھ اس کے دین کی سربلندی کے لیے سرگرمِ عمل ہوں۔ چنانچہ میں اسی خدائے بزرگ و برتر کے نام سے اس "پیغام قرآن کانفرنس" کا افتتاح اور آغاز کرتا ہوں، جس کی خوشنودی کے حصول اور رضا جوئی کے لیے آپ حضرات دُور دراز کا سفر طے کر کے یہاں جمع ہوئے ہیں اور اپنے رب کریم سے تہ دل سے دُعا کرتا ہوں: اللھم وفقنا لما تحب ترضیٰ ـ اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ و ارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ ـ اے اللہ! ہمیں وہ کام کرنے کی توفیق عطا فرما جو تجھے پسند اور تیری رضا کے حصول کا ذریعہ ہوں، ہمیں حق ہی کو حق بنا کر دکھا اور اس کی پیروی کرنے کی توفیق دے اور باطل کو باطل ہی کی صورت میں دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔

۲ — میرے دینی بھائیو اور بہنو! ہم یہاں اس لیے جمع ہوئے ہیں کہ اس پیغام اور پروگرام کو جانیں، سمجھیں اور جزوِ زندگی بنانے کی کوشش کریں جو ہمارے رب اور ہمارے خالق و مالک نے اپنے آخری رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان پر نازل کردہ قرآن پاک کے ذریعے

بنی آدم کو دیا ہے اور جس کی رُو سے آدم علیہ السّلام کو زمین پر اُتارنے کے ساتھ ہی واضح طور پر اُنہیں بتا دیا تھا:

فاما یاتینکم منی ھدی ، فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ، والذین کفروا وکذبوا بایتنا اولئك اصحاب النار ھم فیھا خلدون (۲: ۳۸-۳۹)

"پھر جو پہنچے تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت تو جو ہماری اس ہدایت کی پیروی کریں گے، اُن کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا اور جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے وہ آگ میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔"

یہ ہدایت آدم علیہ السّلام سے شروع ہوئی اور پھر اس ہدایت کا سلسلہ نبی آخر الزماںؐ تک جاری رہا۔

۱۔ قرآن مجید کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے جو سب سے پہلی ہدایت اپنے بندوں کو دی ہے وہ یہ ہے:

"کہ لوگو! اپنے رب کی بندگی اور فرمانبرداری کی راہ اختیار کرو، اپنے اُس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں، ان سب کا رب ہے۔" دنیا میں غلط روی سے اور آخرت کی بد انجامی سے تمہارے بچاؤ کی یہی صورت ہو سکتی ہے:

یایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون (۲: ۲۱)۔

۲۔۔۔اس کے ساتھ دوسری بات جو اُس نے فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ تمہارے رب نے تمہارے لیے اپنی بندگی کا طریقہ یعنی اس زمین پر زندگی بسر کرنے کے لیے ضابطہ حیات بھی تمہارے لیے مقرر کر دیا ہے۔ اس پر ہر حالت میں گامزن رہو۔ اس سے ہٹ کر چلو گے تو غلط روی کے مرتکب ہو گے اور بزعم خود خواہ کتنی بھی خدمت انجام دو، اُسے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور یہ نہایت خسارے کا سودا کرو گے۔

رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۝ (۳ : ۵)

"میں نے اسلام (کے نظامِ زندگی) کو تمہارے لیے طریقِ حیات کی حیثیت سے پسند کیا ہے"۔

ان اللہ اصطفیٰ لکم الدین، فلا تموتن الا وانتم مسلمون

(۲ : ۱۳۲)

"اللہ تعالیٰ نے خود تمہارے لیے یہ دین پسند فرمایا ہے، لہٰذا تم آخری دم تک اسی کے تابع فرمان بن کر رہنا"

ان الدین عند اللہ الاسلام۔ (۳ : ۱۹)

"اللہ کے نزدیک دین (انسانوں کے لیے صحیح طریق زندگی) صرف اسلام ہے"۔

ومن یبتغ غیر الاسلام دینًا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخٰسرین۔ (۳ : ۸۵)

"جو اسلام کے مقرر کردہ طریقِ زندگی کو چھوڑ کر کوئی اور راہ حیات اختیار کرے گا اُسے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور آخرت میں وہ خسارہ اٹھانے والوں میں ہوگا"۔

افغیر دین اللہ یبغون۔ ولہ اسلم من فی السمٰوٰت والارض طوعًا وکرھًا والیہ یرجعون۔

"کیا یہ (بے وقوف) اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کا طریقہ چھوڑ کر کوئی اور طریقِ زندگی چاہتے ہیں۔ حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ساری چیزیں چاروناچار اللہ ہی کی تابع فرمان ہیں اور اسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے"۔

۳۔ تیسری بات قرآن مجید نے یہ بتائی ہے کہ یہ دین اسلام انسانی زندگی کے کسی ایک یا دو یا چند معاملات سے متعلق ہدایات اور رہنمائی پر کفایت نہیں کرتا، یہ مکمل اور پوری انسانی زندگی کے لیے ہمہ گیر منصوبہ ہے۔ یہ کوئی معروف معنوں میں مذہب یا دھرم نہیں ہے۔ یہ ایک پورا نظامِ حیات اور ساری زندگی میں ایک طرزِ عمل کا نام ہے۔ اور اسے مقرر کرنے والی ہستی خداوندِ عالم کا مطالبہ یہ ہے کہ اسے قبول کرنا ہے تو پورے کا پورا قبول کرو۔ اس میں تقسیم اور اس کے حصے بخرے کرنے کی نہ گنجائش ہے اور نہ اجازت ہے اور اگر اس دین اور اس

کتاب کے ساتھ کوئی شخص یا گروہ تقسیم و بٹوارے کا معاملہ کرے گا تو اسے دُنیا کی زندگی میں ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑے گا اور آخرت میں بھی اسے عذاب کے حوالے کیا جائے گا۔ چنانچہ فرمایا:

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ (۵ : ۳)

آج (حجۃ الوداع کے بعد) میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت (ہدایت و رہنمائی) تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اس اسلام کو (جو جس شکل میں اب دیکھ رہے ہو اور اختیار کیے ہوئے ہو) تمہارے دین کی حیثیت سے پسند اور قبول کر لیا ہے۔"

یایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوٰت الشیطن، انہ لکم عدو مبین۔ (۲ : ۲۰۸)

"اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو پورے کے پورے اسلام کے اندر آجاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض، فما جزاء من یفعل ذٰلک منکم الا خزی فی الحیٰوۃ الدنیا، ویوم القیامۃ یردون الی اشد العذاب ط وما اللہ بغافل عما تعملون (۲ : ۸۵)۔

"یعنی کیا تم خدا کی کتاب کی کچھ باتوں کو مانتے ہو اور کچھ کے ساتھ کفر کا رویہ اختیار کرتے ہو۔ پھر تم میں سے جو لوگ ایسا کریں اُن کی سزا اس کے سوا اور کیا ہے کہ دُنیا کی زندگی میں بھی ذلیل و خوار ہو کر رہیں اور آخرت میں شدید ترین عذاب سے دوچار کیے جائیں۔ اللہ ان حرکات سے بے خبر نہیں ہے جو تم کر رہے ہو۔"

توحید کامل | اسی طرز عمل اور اسی طرح اسلام کو قبول کرنے کا نام توحید کامل کو اختیار کرنا ہے، یعنی یہ کہ انسان کی پوری کی پوری زندگی، عقیدہ و عبادات، فکر و نظر، اخلاق و کردار، معاملات و

معاشرت، اقتصاد و معیشت، قانون و سیاست، مسجد و مدرسہ، گھر اور بازار، کھیت اور کھلیان، عدالت و پارلیمنٹ، دوستی و دشمنی کے پیمانے اور صلح و جنگ کے اصول سب کے لیے ہدایت و رہنمائی کا منبع و سرچشمہ خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی تعلیمات بن جائیں۔ اور زندگی کا سارا نظام خدا کی شریعت کے مطابق اور اس کے تابع چل رہا ہو۔

۴۔ چوتھی بات جو قرآن مجید نے بندوں کے نام اپنے پیغام میں صاف صاف واضح فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ تمہارے خالق و مالک اور رب نے تمہیں اس زمین پر جو مقام و منصب اور جو حیثیت بھی عطا کی ہے۔ اور جو اور جتنی چیزیں بھی تمہارے تصرف میں دی ہیں، وہ سب تمہاری آزمائش اور امتحان کے لیے ہیں اور ان سب کا ایک روز تم سے حساب لیا جائے گا۔ ان میں سے کسی شے کے بھی تم مالک اور مختار کل نہیں ہو، بلکہ تمہاری حیثیت اپنے خالق اور ان اشیاء کے مالک کے ایجنٹ اور متعین اختیارات رکھنے والے مختار کی ہے اور تمہارے لیے دیانت و فرض شناسی اور اپنے خالق و مالک اور رب سے وفاداری کا تقاضا یہ ہے کہ اس سلسلے میں اپنے اختیارات اور صلاحیتوں کو اور اپنے تصرف میں دی گئی تمام چیزوں کو اپنے رب کی مرضی اور منشا کے مطابق اس کے عطا کردہ اختیارات کے تحت استعمال کرو تاکہ جب خدا کے سامنے تمہاری کارکردگی کا محاسبہ اور کام کی پڑتال ہو تو تم کامیابی سے ہمکنار ہو سکو۔ قرآن مجید فرماتا ہے:۔

هو الذی جعلکم خلائف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجت لیبلوکم فی ما اتکم (۶:۱۶۵)

"وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں بلند درجے دیئے تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے، اس میں تمہاری آزمائش کرے۔"

واذ قال ربك للملٰئكة انی جاعل فی الارض خلیفة، قالوا اتجعل فیها من یفسد فیها ویسفك الدماء؟ (۲:۳۰)

"یعنی جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں تو انہوں نے عرض کیا کہ کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو زمین

میں فساد پھیلائے گا اور خون ریزیاں کرے گا۔"

آدمی کی اس حیثیت کا تقاضا ہے اور اُس کے لیے لازم ہے کہ ہر معاملے میں اور ہر وقت جو کچھ کرے اپنے مالک کی مقرر کردہ حدود کے اندر اور اپنی حیثیت کو ملحوظ رکھ کر کرے۔ اُسے کسی حالت میں اپنی حدود اور اختیارات سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے احکام بیان کر کے اُن کی پابندی کی تاکید کے ساتھ فرماتا ہے:

ولا تعتدوا ط ان اللہ لا یحب المعتدین ۲/۱۹۰

"اللہ نے جو حدود تمہارے لیے مقرر کر دی ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو، اللہ اپنی حدود کا پاس نہ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۵ — پانچویں بات یہ بتائی کہ تمام انسان خواہ وہ کسی نسل، قبیلہ، رنگ اور علاقے سے تعلق رکھتے ہوں اور خواہ کوئی زبان بولنے والے ہوں، سب اصلاً ایک ہی خاندان سے تعلق رکھنے والے اور ایک ہی ماں کے پیٹ اور باپ کی پشت سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس لیے محض رنگ و نسل اور زبان وغیرہ کی بنیادوں میں سے کسی بنیاد پر ان کے درمیان کوئی امتیاز نہیں برتنا چاہیے۔ ان میں اگر کوئی برتر یا کم تر گردانا جا سکتا ہے تو وہ تقوے اور خدا ترسی کی بنا پر گردانا جا سکتا ہے۔ جن اُمور کی کمی و بیشی میں کسی انسان کا کوئی دخل نہیں، ان کی بنا پر کسی کو بڑا اور کسی کو چھوٹا سمجھنا کوئی دانشمندی نہیں ہے۔ قرآن مجید ہمیں خبر دیتا ہے:

یایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثٰی وجعلنٰکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ط ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم ط ان اللہ علیم خبیر۔ (۴۹: ۱۳)

"یعنی لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو شناخت کر سکو اور پہچان سکو۔ حقیقت میں تو اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار اور خدا ترس ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

یایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ

وخلق زوجها وبث منهما رجالاً کثیراً ونسآء ۔ (۴: ۱)

"یعنی لوگو! ڈرو اپنے اس رب سے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بے شمار مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے۔"

۶۔ چھٹی بات ہمیں قرآن مجید نے یہ بتائی ہے کہ انسانی جان انتہائی محترم ہے۔ خدا کی نظر میں اس کے احترام کی انتہا یہ ہے کہ ایک انسان کا ناحق قتل خدا کے نزدیک ساری نوع انسانیت کو قتل کر دینے کے برابر ہے۔ اور ایک جان کو بچا لینا تمام دنیا کے انسانوں کو بچا لینے کے مترادف ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب میں واضح الفاظ میں یہ فرمایا ہے:

من قتل نفساً بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاً ط ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعاً (۵: ۳۲)

"یعنی جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا! اور جس نے کسی ایک شخص کی جان بچائی اس نے گویا تمام انسانوں کی جان بچائی۔"

اور جو کسی شخص کو جان بوجھ کر قتل کرے گا اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور اسے پھر اسی میں رہنا ہوگا۔

ومن یقتل مؤمناً متعمداً فجزاءہ جھنم خالداً فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذاباً عظیماً (۴: ۹۳)

"یعنی جس شخص نے کسی صاحب ایمان کو عمداً قتل کر ڈالا اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہوگی اور اس نے اس کے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے۔"

انسانی قتل کے گناہ کی شدت کا اندازہ اس امر سے کیجیے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کے جس بیٹے نے پہلے قتل کا ارتکاب کیا، قیامت تک ہونے والے قتلوں کے گناہوں میں وہ شریک رہے گا، بغیر اس کے کہ دوسرے قاتلوں کے گناہ میں کوئی کمی واقع ہو۔

۷ — ساتویں بات جس کی قرآن مجید نے ہمیں خبر دی ہے کہ جو شخص بھی خواہ وہ عورت ہو یا مرد کسی دوسرے کا مال چوری کرے، اس کا ہاتھ کاٹ ڈالو تاکہ اپنے دلوں میں ایسی بری خواہشات پالنے والے دوسرے لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور لوگوں کی محنت اور خون پسینے کی کمائی بدقماش اور حرام خوروں کی دست برد سے محفوظ ہو۔

والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا نکالاً من اللہ - (۵:۳۸)

"اور چور خواہ عورت ہو یا مرد دونوں کے ہاتھ کاٹ دو - یہ اُن کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا۔"

۸ — وہ لوگ جو ملک میں مسلح وارداتیں، علانیہ ڈاکہ زنی اور امن و امان کو تشدد کے ذریعے درہم برہم کرتے پھریں۔ خدا کی کتاب کی رو سے اُن کی سزا موت ہے یا پھر یہ کہ مخالف سمتوں سے اُن کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا اُن کو جلاوطن کر دیا جائے۔ حسبِ حالات اور نوعیت جرم کے مطابق اِن میں سے کوئی بھی سزا اُن کو دی جاسکتی ہے۔

انما جزا والذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادًا ان یُقتّلوا او یُصلّبوا او تقطع اَیدِیھِم واَرجُلُھم من خلاف او ینفوا من الارض ط ذٰلک لھم خزی فی الدّنیا ولھم فی الاخرة عذاب عظیم - (۴:۳۳)

"یعنی جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولؐ سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں اُن کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں یا سُولی پر چڑھائے جائیں یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیئے جائیں — یہ ذلت و رسوائی تو اُن کے لیے دُنیا میں ہے اور آخرت میں اُن کے لیے اس سے بڑی سزا ہے۔"

گویا دُنیا میں سزا پالینے سے اُن کا گناہ ساقط نہیں ہو جائے گا۔ آخرت میں اس کی سزا الگ بھگتنی ہوگی۔

۸۔ آٹھویں بات قرآن پاک نے ہمیں یہ بتائی ہے کہ جو شخص کسی عورت کی عزت پہ حملہ کرے اور اس کی آبروریزی کا مرتکب ہو تو اگر وہ شادی شدہ ہونے کے باوجود ایسی حرکت کرتا ہے تو اُسے پتھروں کی مار دے کر سنگسار کر دیا جائے اور غیر شادی شدہ ہو تو اس صورت میں اُسے سو دُرے لگائے جائیں۔ اور عورت کی رضامندی بھی شامل حال ہو تو یہی سزا عورت کو بھی دی جائے تاکہ اسلامی معاشرہ اور انسانی نسل گندگی اور حرام خانوادوں سے پاک رہے۔ قرآن مجید کہتا ہے:

ولا تاخذکم بہما رافۃ فی دین اللہ ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ویشہد عذابہما طائفۃ من المؤمنون - (۲:۲۴)

"اور اللہ کے دین کے سلسلے میں کوئی ترس کا جذبہ تمہارے دامن گیر نہ ہو، اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور یہ شدید سزا اہل ایمان کے ایک مجمع کی موجودگی میں دی جائے کہ وہ اُسے دیکھیں"۔

اور اگر کوئی شخص یا اشخاص مکمل ثبوت کے بغیر کسی پر کوئی الزام تراشی کریں تو ایسے شخص یا اشخاص کو اسی اسی کوڑوں کی سزا دی جائے تاکہ اسلامی معاشرے میں غلیظ ذکر و اذکار اور (LOOSE TALK) کا راستہ بالکل بند رہے۔ مقصود یہ ہے کہ اگر کسی پہ کوئی گھناؤنا الزام لگاتے ہو تو پھر اس کا ثبوت بھی لاؤ۔ اور اگر تمہارے پاس پورا ثبوت نہیں ہے تو زبان بھی بند رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے جو انسان کی رگ رگ سے واقف ہے، مسلم معاشرے میں فواحش پھیلانے اور ان کی اشاعت کرنے کو قرآن مجید میں اس قدر شدید جرم قرار دیا ہے کہ ایسا کرنے والوں کو دُنیا میں بھی سزا دینے کا حکم دیا ہے، اور آخرت میں بھی انہیں نہایت دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے۔ سورۃ النور میں فرمایا:

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحِشَۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرۃ ط واللہ یعلم وانتم لا تعلمون -(۱۹:۲۴)

گویا اس جرم کے مرتکب اخبارات و رسائل کے ڈیکلریشن منسوخ کر دینا یا اشتہار بند کر دینا کافی نہیں۔ ایسے جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کو عذاب الیم یعنی کوڑوں اور قید بامشقت کی سزا دی جانی چاہیے اور ان کے مرنے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ ان کو عذاب الیم کا مزا چکھائے گا۔ یہ بات کہ " اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے " کا مطلب یہ ہے کہ ان کے اس کام سے معاشرے میں پھیلنے والے بُرے اثرات اور اخلاقی تباہی کتنے گھروں اور خاندانوں کو برباد کر کے رکھ دیتی ہے اس کا اندازہ کرنا کسی انسان کے بس میں نہیں ہے۔

۹۔ نویں بات جسے قرآن مجید نے وضاحت سے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ خدا کے ہاں صرف زور زبردستی اور چوری ڈاکے کے ذریعہ کسی کے مال و جائیداد کو ہتھیا لینا ہی جرم اور ناجائز نہیں ہے، سود، سٹے، جوئے، رشوت، شراب، دھوکے، فریب بلکہ کسی بھی باطل طریقے سے کوئی شے حاصل کرنا شریعتِ الٰہی کی رُو سے حرام اور جرم ہے۔ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم۔ اور نہ انہیں حاکموں کے آگے اس غرض کے لیے پیش کرو کہ دوسروں کا مال ظالمانہ طریقہ سے کھانے کا موقع مل جائے۔

انما الخمر والمیسر والانصابُ والازلامُ رجسٌ من عمل الشیطان فاجتنبوہُ لعلکم تفلحون - (۵ : ۹۳)

" شراب، جوا اور یہ آستانے اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں ان سے بچو (ایسا کرو تو) تمہارے لیے فلاح کی اُمید کی جا سکتی ہے "۔

یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربٰوا ان کنتم مومنین ۔ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ -

(۲ : ۲۷۸-۲۷۹)

یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود تمہارا لوگوں کے ذمہ باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو اگر تم واقعی ایمان لائے ہو۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے "۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بآسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اللہ کے نزدیک سود انسانی معاشرے میں کس قدر عظیم فساد کا سرچشمہ ہے اور اسے بند کرنے کے لیے خدا کی فرمانبردار حکومت اور عوام کو کس حد تک جانے کے لیے تیار ہونا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ سود ایک ایسا اقتصادی نظام ہے جو قوم کے معاشی حیثیت سے کمزور اور پسماندہ تمام طبقوں کا خون نچوڑ کر اُوپر کے چند سرمایہ داروں کے بلڈ بینکوں میں جمع کرتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ ساری قوم قلاش ہو کر چند گھروں کی غلام بن جاتی ہے۔

۱۰۔ دسویں بات جو قرآن مجید نے اپنے پیغام میں وضاحت سے بتائی ہے وہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اب اُن کے بعد تا قیامت نہ کوئی نیا نبی آئے گا اور نہ رسول۔ لہٰذا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غلبۂ دین کی جدوجہد اور شہادت حق کا وہ فریضہ جو اس رسول کی زندگی میں آپؐ کے ذمہ تھا، اُن کے متبعین کے ذمہ ہوگا۔ اب یہ اُمت اپنے نبی کی قائم مقام ہوگی۔ اور اسی کو اقامتِ دین کا فریضہ تا قیامت انجام دینا ہوگا۔

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ (۳۳: ۴۰)

یعنی محمدؐ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

کذالک جعلنکم أمۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیداً (۲: ۱۴۳)

"یعنی اس طرح ہم نے تم مسلمانوں کو اُمتِ وسط بنایا تاکہ تم (باقی) لوگوں پر اسی طرح شہادت دو جس طرح اس رسول نے تمہارے سامنے اسے پیش کیا ہے۔"

ھو سمکم المسلمین من قبل و فی ھذا لیکون الرسول شھیداً علیکم و تکونوا شھداء علی الناس (۲۲: ۷۸)

"اللہ نے اس سے پہلے بھی (ہر صحیفہ میں) اور اس (قرآن میں) بھی تمہارا نام مسلم

دکھاہے اور اس کی غرض یہ ہے کہ جیسے اور جو شہادت اس رسول نے تمہارے روبرو پیش کی ہے تم اسے دوسرے لوگوں کے سامنے پیش کرو۔

شہادتِ حق اور اللہ کے دین کی اقامت خدا کے رسولوں اور اُن پر ایمان لانے والوں کی ذمہ داری ہے اور یہ وہ ذمہ داری ہے جس کے وہ ہمیشہ اور ہر زمانے میں مکلف رہے ہیں اور خدا کے آخری رسول کے بعد تو یہ کلیتہً اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر ہے اور حضورؐ کی بعثت کی تو غرض و غایت یہ بتائی گئی ہے کہ اللہ کے دین کو پورے انسانی نظامِ زندگی پہ غالب کیا جائے۔

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ و لو کرہ المشرکون ...... وکفی باللہ شھیدا۔

"وہ اللہ ہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو دینِ حق اور ہدایت دے کر بھیجا ہے تاکہ اُسے پورے کے پورے نظامِ زندگی (دین) پر غالب کر دے خواہ یہ بات مشرکوں کے لیے کتنی ہی ناگوار و ناپسندیدہ ہو......

(اللہ نے اپنے رسول کو اسی کام کے لیے بھیجا ہے) اور اس کے لیے اللہ کی شہادت کافی ہے۔

بلکہ قرآن مجید نے تو یہ بتایا ہے کہ تمام انبیاء کو اسی کام کے لیے مبعوث فرمایا گیا تھا۔

شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحاً والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم و موسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ - کبر علی المشرکین ما تدعوھم الیہ۔

"اس نے تمہارے لیے وہی دین (طریقِ زندگی) مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوحؑ کو دیا تھا - اور جسے (اے محمدؐ) اب وحی کے ذریعے تمہاری طرف بھیجا ہے اور جس کا حکم ہم نے ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دیا تھا اور یہ سب کو اس تاکیدی حکم کے ساتھ دیا تھا کہ قائم کرو اس دین کو اور اس بارے میں متفرق نہ ہو جاؤ اور

یہی بات مشرکین کے لیے ناگوار ہے۔

ظاہر و باہر ہے کہ جو چیز رسول کی بعثت کا مقصد ہو امت کے ہر ہر فرد کے لیے تو وہ فرض عین بن جائے گی لہٰذا ملک کے سربراہ سے لے کر خاندان کے سربراہ قبیلہ تک اور ایک ادب بنچی سے لے کر ہر گھرانہ بے نوا تک ہر مرد و زن اسی کا مکلف ہے۔ اپنے اپنے دائرے میں اللہ کے دین کو نافذ و جاری کرے۔ قرآن مجید اور تعلیمات رسولؐ میں اس بارے میں کوئی ابہام نہیں چھوڑا گیا:

یہ بات اوپر آ چکی ہے کہ تمہارا نام مسلمان اور خدا کا فرمانبردار رکھا ہی اس لیے گیا ہے کہ خدا نے اپنے بندوں کے لیے اس زمین پر زندگی کا جو طریقہ پسند فرمایا ہے اُس کا نمونہ خدا کا رسولؐ تمہارے سامنے پیش کر دے اور پھر تم اُسے دوسرے لوگوں کے سامنے پیش کرتے چلے جاؤ۔ افراد اُمت کے ذمے فرداً فرداً کام کی صراحت کرتے ہوئے فرمایا:

والمومنون والمومنات بعضهم اولياء بعض يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر ويقيمون الصلوٰة ويؤتون الزكوٰة ويطيعون الله ورسوله ۔ اولٰئك سيرحمهم الله

یعنی مومن مرد اور مومن عورتیں سب ایک دوسرے کے رفیق و غمخوار ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور بُرائی سے روکتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی۔"

بحیثیت مجموعی اُمت کا کام یہ بیان فرمایا کہ:

كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتومنون بالله ۔ (۳ : ۱۱۰)

"اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اور صاحب اقتدار ہونے کی صورت میں ان کا کام یہ بتایا گیا:

الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر۔ (۲۲ : ۴۱)

یعنی یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے۔

انہی باتوں کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ایک ہی ارشاد میں اس طرح بیان فرمادیا ہے کہ:

من رای منکم منکراً ہ بیدہ، فان لم یستطع فبلسانہ، فان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان او ما بعد ذالک خردل من الایمان۔

یعنی جو بھی تم میں سے کسی برائی کا ارتکاب ہوتے دیکھے اس کا فرض ہے کہ اُسے قوتِ بازو سے روک دے۔ اگر اس کا اختیار یا طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے اُسے روکنے کی کوشش کرے۔ اگر زبان کھولنے کا بھی یارا نہیں رکھتا تو دل سے اُسے روکنے کی آرزو اور سعی کرے اور یہ تیسری صورت ایمان کی کمزور ترین حالت ہے اور اس کے بعد ایمان کا کوئی درجہ نہیں۔

۱۱- گیارھویں بات جو قرآن مجید نے ہم انسانوں کے نام اپنے پیغام میں تاکید فرمائی ہے وہ اجتماعی اور قومی معاملات کی تنظیم اور انہیں چلانے کے بارے میں ہے اور وہ ہدایات یہ ہیں کہ:۔

۱۔ تم اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے اُن صاحب امر لوگوں کی جو تم میں سے ہوں۔ اور اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں تنازع پیدا ہوجائے تو اُسے اللہ اور رسول کی طرف پھیردو یعنی اُن کے احکام کے مطابق طے کرلو، اگر تم واقعی اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ قرآن مجید کے الفاظ یہ ہیں:۔

یاایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر

منکم، فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر۔ (۴: ۵۹)

نیز فرمایا:

۲ — ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون ...... ھم الظلمون ...... ھم الفسقون ۔ (۵: ۴۴-۴۵-۴۷)

یعنی جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق اپنے فیصلے نہیں کرتے وہی کافر ہیں، وہی ظالم ہیں، وہی نافرمان ہیں۔

فلا وربک لایؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ (۴: ۶۵)

"پس نہیں، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، تیرے رب کی قسم، یہ لوگ صاحب ایمان ہو نہیں سکتے جب تک اپنے تمام فیصلہ طلب امور کا آپ کے ہاں سے فیصلہ نہ لیں اور پھر آپ جو فیصلہ فرمادیں اس کے بارے میں دل میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ اُسے کھلے دل سے قبول کرلیں۔

۳ — اجتماعی اور قومی معاملات کی انجام دہی اور انہیں صحیح طریق پر چلانا سب اہل ایمان کی یکساں ذمہ داری ہے اور اس بارے میں وہ مساوی الحیثیت اور سب کے سب زمین پر خدا کے خلفاء کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

ھوالذی جعلکم خلائف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجت لیبلوکم فی ما اتی کم۔ (۶: ۱۶۵)

یعنی وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا ہے اور بعض کو دوسروں کے مقابلے میں بلند درجے دیئے ہیں تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کیلئے۔

اہل ملک اپنے ملکی معاملات کو براہ راست بھی انجام دے سکتے ہیں لیکن ظاہر بات ہے کہ آٹھ کروڑ کے لیے ایسا کرنا عملاً ممکن نہیں، اس لیے وہ اپنے اختیارات اپنے معتمد کسی شخص یا اشخاص

کے سپرد کر سکتے ہیں تاکہ وہ ان کے نمائندہ کی حیثیت سے چلائے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید کی ہدایت یہ ہے کہ:

ان اللہ یامرکم ان تودوا الامنٰت الی اھلھا (۴:۵۸)

یعنی اپنی امانتیں ایسے لوگوں کے سپرد کرو جو ان کو سنبھالنے کی اہلیت رکھتے ہوں اور دیانت و امانت کے لحاظ سے قابلِ اعتماد ہوں۔

اور ان منتخب لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ:

واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل (۴:۵۸)

یعنی جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

اور مناصب کے لیے لوگوں کو منتخب اور مقرر کرنے کے لیے اہلیت کا معیار بھی قرآن مجید نے واضح کر دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ:

انّ اکرمکم عند اللہ اَتقٰکُم۔

یعنی تمہارے اندر اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے بڑھ کر پرہیزگار اور خدا ترس ہو۔

ذات پات اور برادری اور رنگ و نسل اور زبان وغیرہ کسی کی بڑائی اور برتری کی بنیاد نہیں ہیں۔ یہ سب چیزیں محض تعارف کے لیے ہیں۔ یہ کسی شخص کے چھوٹے بڑے یا اہل ہونے کا معیار نہیں ہیں۔ آدمی کی اہلیت اور اس کے کمتر اور برتر ہونے کا اصل معیار اس کا تقویٰ اور خدا خوفی اور دیانت و امانت اور قابلیت ہیں۔

اور قومی اور اجتماعی معاملات طے کرنے اور چلانے کے سلسلے میں یہ واضح ہدایت فرمائی گئی ہے کہ: سب اہم امور آپس میں لوگوں کے مشورے سے اور خدا کی نازل کردہ شریعت کے مطابق طے کیے اور چلائے جائیں۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا کہ:

وشاورھم فی الامر ج فاذا عزمت فتوکل علی اللہ (۳:۱۵۹)

یعنی فیصلہ طلب امور طے کرتے وقت اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر لیا کرو اور پھر جب فیصلہ پر پہنچ جاؤ تو اللہ پر بھروسہ کر کے قدم اٹھاؤ۔

نیز مومنین کی یہ مستقل صفت بیان فرمائی گئی ہے کہ :۔

وامرھم شوری بینھم ۔ (۴۲ : ۳۸)

یعنی یہ کہ وہ اپنے معاملات آپس میں مشورے سے طے کرتے ہیں ۔

البتہ جہاں اللہ اور رسول کا کوئی واضح حکم اور فیصلہ موجود ہو وہاں کسی مزید صلاح مشورے کی ضرورت نہیں ۔ چنانچہ یہ بات اوپر گذر چکی ہے کہ جو شخص اللہ کے نازل کردہ احکامِ شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ کافر ہے ، ظالم ہے ، فاسق و نافرمان ہے ۔

نیز یہ فرمایا کہ کسی مومن مرد یا عورت کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ اور رسول نے کسی معاملے میں ایک فیصلہ کر دیا ہو اور وہ پھر اس میں اپنی مرضی کو دخیل بنائے ۔

ماکان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا ۔ (۳۳ : ۳۶)

یعنی یہ کہ کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی معاملے کا فیصلہ کر دے تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا ۔

لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ہمارے ہاں اوپر نیچے کئی کئی نظامِ قانون رائج ہیں ۔ سب سے اوپر مارشل لاء کے ضابطے ہیں ۔ ان کے نیچے انگریزی ، بھٹو اور ایوبی دور کے رائج کردہ قوانین کا گورکھ دھندا ہے اور ان سب کے ماتحت اللہ میاں کی وہ شریعت ہے جسے بکمال مہربانی نفاذِ اسلام کے نام سے رائج کرنے کا اعلان کیا گیا ہے ۔ کیا ایمان و اسلام کی رُو سے اللہ اور رسول کے احکام اور قرآن و سنت کی انسانی نظامِ زندگی میں یہی حیثیت ہے اور اس صورتِ حال کی موجودگی میں ہمارا دعوائے ایمان و اسلام واقعی سچا ہے ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین